بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب لاشۂ قاسم کو علمدار نے دیکھا ۱ قبضے کی طرف غیظ سے جرّار نے دیکھا
منہ بھائی کا روکر شہِ ابرار نے دیکھا کی عرض بڑا داغ نمک خوار نے دیکھا
تیغوں سے عجب سروِ رواں کٹ گیا آقا
واللہ کے دل زیست سے اب ہٹ گیا آقا

بے چین کیا دل کو غمِ راحتِ جاں نے ۲ کیا پیاس کی تکلیف سہی غنچہ دہاں نے
دنیا سے کیا کوچ عجب سروِ رواں نے لُوٹا یہ چمن فصلِ بہاری میں خزاں نے
ہم خلق سے پہلے نہ سفر کر گئے افسوس
جینے کے جو قابل تھے وہ یوں مر گئے افسوس

پامال ہوا گھوڑوں سے تن وائے مصیبت ۳ لُوٹا گیا شادی کا چمن وائے مصیبت
بیوہ ہوئی اک شب کی دلھن وائے مصیبت بے شمع ہوئی قبرِ حسنؑ وائے مصیبت
تازہ تمھیں پھر بھائی کا غم ہوگیا آقا
دو گھر ہوئے برباد ستم ہوگیا آقا

کیا یورشِ افواجِ ستم دیکھ رہے ہیں　۴　کن تازہ نہالوں کو قلم دیکھ رہے ہیں
دل کو تہہِ شمشیرِ دودم دیکھ رہے ہیں　　یہ ظلم ہے اور آنکھوں سے ہم دیکھ رہے ہیں
دنیا غمِ نوشاہ میں اندھیر ہوئی ہے
کیا جانے مِرے مرنے میں کیوں دیر ہوئی ہے

یاد آتی ہے بھائی کی وصیت مجھے ہر بار　۵　قدموں سے دمِ مرگ جو لپٹا تھا یہ غم خوار
فرمایا تھا خادم سے برادر نے بہ تکرار　　عباسؑ دلاور مِرے قاسم سے خبردار
جو اس پہ بلا آئے وہ رد کیجیئو بھائی
ہر دکھ میں بھتیجے کی مدد کیجیئو بھائی

تلوار چلی دل پہ بھتیجے کے اَلَم سے　۶　ٹپکا کیا چہرے پہ لہو دیدۂ نم سے
کچھ بس نہ چلا حکمِ شہنشاہِ اُمَم سے　　دیکھا کئے کیا خوب حفاظت ہوئی ہم سے
قاسمؑ کے عوض تیغ و سناں کھا نہ سکے ہم
پامال بھتیجا ہوا اور جا نہ سکے ہم

پہلے ہمیں لازم تھا کہ دنیا سے گزرتے　۷　تلوار جب آتی تو سپر سینے کو کرتے
قاسمؑ سے بھتیجے کے عوض خون میں بھرتے　　قسمت میں تو یہ داغ تھا کس طور سے مرتے
ناشاد بھتیجے سے ندامت کسے ہوتی
پہلے اجل آتی تو خجالت کسے ہوتی

واللہ کہ قاسمؑ کی بھی تقدیر تھی کیا خوب　۸　سامان وہی ہو گیا، تھا جو انھیں مرغوب
سر سبز ہوا سیّدِ مسموم کا محبوب　　اک ہم ہیں کہ بہنوں سے خجل، بھائی سے محجوب
منہ زینبؑ ناشاد کو دکھلا نہیں سکتے
بھاوج کے بھی پُرسے کے لئے جا نہیں سکتے

سمجھے شہِ والا یہ کنایہ، یہ اشارا ۹ روکر کہا کیا خواہشِ تقدیر سے چارا
ہم نے بھی تو صدمے سہے اور دم نہیں مارا گودی کے پلے مرگئے، گھر لٹ گیا سارا
یوں خلق میں تاراج نہ ہو باغ کسی کا
اب ہم کو دکھائے نہ خدا داغ کسی کا

سچ ہے کہ بڑا صبر کیا تم نے مِری جاں ۱۰ بھائی میں ترے ضبط کے اور صبر کے قرباں
سرتن سے جو اترے تو ہو مشکل مِری آساں اب آخری وقت اور یہ ہم پر کرو احساں
بھائی کی خوشی خلق میں سب کرتے ہیں بھائی
ہم تم سے رضا رن کی طلب کرتے ہیں بھائی

بے تاب ہے دل پیار کریں ہم تمھیں آؤ ۱۱ سوکھے ہوئے ہونٹوں کو نہ غصّے سے چباؤ
خوش ہو کے رضا دو ہمیں، آنسو نہ بہاؤ فرزند کے صدمے سے برادر کو بچاؤ
داغِ غمِ فرزندِ جواں سہہ نہ سکیں گے
اکبرؑ بھی پھر اس امر میں کچھ کہہ نہ سکیں گے

تھرّا گئے عباسِ علیؑ سن کے یہ تقریر ۱۲ کی عرض کلیجے پہ مِرے چل گئی شمشیر
آقا کے تصدّق سے ملی ہے مجھے توقیر کیا آپ یہ فرماتے ہیں یا حضرتِ شبیرؑ
بخشش تو کریموں کا ہی دستور ہے آقا
میں آپ کو کچھ دوں مِرا مقدور ہے آقا

سر دینے کو موجود ہوں اے کُل کے مددگار ۱۳ جاں دینے میں صرفہ ہے، نہ حُجّت ہے، نہ تکرار
حضرت نے کہا واہ مِرے مونس و غمخوار تم دیتے ہو کچھ ہم ہیں کسی شے کے طلبگار
آنکھیں نہ چُراؤ کہ جگر بندِ علیؑ ہو
دو رَن کی اجازت تو میں جانوں کہ سخی ہو

عباسؑ نے کی عرض کہ شرمندہ نہ کیجئے ۱۴ امداد کا ہے وقت، خبر بھائی کی لیجے
مارے گئے خویش و رُفقا، بھائی، بھتیجے میں پاؤں پہ گرتا ہوں، اجازت مجھے دیجے
مشہور ہے جرّار غلام آپ کا سب میں
عزّت نہیں رہنے کی شجاعانِ عرب میں

گر آج نہ صدقے ہوا یہ عبدِ وفادار ۱۵ فرمائیں گے کیا حق میں مِرے احمدِؐ مختار
مخدومۂ کونین خوشی ہوں گی کہ بیزار پھر پیار سے دیکھیں گے مجھے حیدرِ کرّار؟
اِن قدموں کو چھوڑا ہے کبھی، یاد تو کیجئے
بعد آپ کے ہم کیا کریں، ارشاد تو کیجئے

تھی یوں تو یدُ اللہ کو سب بیٹوں سے الفت ۱۶ پر آپ کے رتبے سے نہ تھی ایک کو نسبت
سب ہوتے تھے یکجا تو یہ فرماتے تھے حضرت لازم ہے تمھیں شبرؑ و شبیرؑ کی خدمت
یوں کہنے کو ہاں مرتبے اعلیٰ ہیں تمھارے
تم سب ہو غلام ان کے، یہ آقا ہیں تمھارے

صفّین میں جس روز صف آرا ہوئے کفار ۱۷ اس جنگ میں تھے آپ بھی یا سیّدِ ابرار
تھی کاندھے پہ چھوٹی سی سپر، چھوٹی سی تلوار موجود تھے شبرؑ بھی سجے جنگ کے ہتھیار
نہ معرکہ دیکھا تھا کوئی اور نہ لڑا تھا
خادم کی طرح میں بھی پسِ پشت کھڑا تھا

مانگی جو اجازت حسنؑ سبز قبا نے ۱۸ روکا انھیں خوش ہو کے شہِ ارض و سمانے
جب آپ بڑھے پیار کیا شیرِ خدا نے پہلے تو ہنسے، بعد لگے اشک بہانے
فرمایا اوُلوالعزم ہے تُو مجھ کو یقیں ہے
پیارے ترے لڑنے کا ابھی حکم نہیں ہے

بیتاب تھا اُس دن بھی اسی طرح مِرا دل　۱۹　بڑھتا تھا یہ کچھ عرض لئے آداب سے مشکل
خود میری طرف دیکھ کے بولے شہِ عادل　سمجھا ترے مطلب کو میں اے نیک شمائل
بیتاب ہیں مرنے پہ جو شمشیر تُلے ہیں
جو آپ کے جوہر ہیں وہ سب ہم پہ کھلے ہیں

تُو شیر ہے، بے جا نہیں عباسؑ ترا نام　۲۰　ہوئیں گے ترے ہاتھ سے دنیا میں بڑے کام
اس دوش پہ ہوگا علَمِ لشکرِ اسلام　پیارے ابھی ہے دُور تری جنگ کا ہنگام
مختار ترا فاطمہؑ کا لال ہے پیارے
تُو سب مِرے بیٹوں میں خوش اقبال ہے پیارے

ابنِ حنفیّہ سے یہ فرمایا اے دلبر　۲۱　ہاں لشکرِ کفّار سے تو جا کے وغا کر
یہ سن کے بڑھے وہ صفتِ شیرِ دلاور　حملے سے جری کے تہ و بالا ہوا لشکر
پسپا ہوئے سب دادِ وفا دے کے پھر آئے
رن سے کئی سرداروں کے سر کاٹ کے پھر آئے

کی تھی نہ محمد نے ابھی میان میں تلوار　۲۲　فرمایا کہ پھر فوج پہ جا اے مِرے دلدار
یہ سنتے ہی شبدیز کو جولاں کیا اک بار　اور ڈوب گیا فوج میں وہ صفدرِ جرّار
ہر ضرب میں سر تن سے گرے خاک پہ کٹ کر
پھر آئے صفیں فوجِ مخالف کی اُلٹ کر

دم بھی نہ ہوا تھا کہ ہوا حکم علیؑ کا　۲۳　ہاں شیر مِرے میمنۂ فوج پہ اب جا
رستے ہی سے پلٹا وہ ہِزَبرِ صفِ ہَیجا　حملے کئے ایسے کہ دلاور ہوئے پسپا
رخساروں کو اشکوں سے بھگوتے ہوئے آئے
جب تیسری بار آئے تو روتے ہوئے آئے

پوچھا سبب گریہ علیؑ نے جو بہ تکرار ۲۴ کی عرض کہ اوروں سے بہت کم ہے مرا پیار
فرزند برابر ہیں سب اے کُل کے مددگار جھونکا مجھے تلواروں میں حضرت نے کئی بار
وقت آیا تو اِس بندۂ دلگیر کو بھیجا
اک بار نہ شبرؑ کو، نہ شبیرؑ کو بھیجا

سِن میں یہ بڑے مجھ سے ہیں، میں عمر میں ہوں کم ۲۵ اعدا سے مکرّر مجھے لڑنے کا نہیں غم
پر جنگ کا گر حکم ہو اے قبلۂ عالم اعدا سے لڑوں، دم میں ہے جب تک کہ مِرا دم
کیا اشک تھمیں صبر کا یارا نہیں آقا
غم ہے کہ غلام آپ کو پیارا نہیں آقا

تھرّا گئے سنتے ہی یہ اک دم شہ ابرار ۲۶ دیکھا رخِ فرزند کو حیرت سے کئی بار
فرمایا کہ اے نورِ نظر، صفدر و جرّار پھر کہیو زباں سے سخن ایسا نہ خبردار
بیزار پدر جس میں ہو وہ بات نہ کیجو
رتبے میں کبھی ایسی مساوات نہ کیجو

تُو ہے مِرا پیارا، یہ محمدؐ کے ہیں پیارے ۲۷ تُو خاک کا ذرّہ ہے، یہ ہیں عرش کے تارے
تاجِ سرِ کونین ہیں یہ لال ہمارے آنچ آئے جو ان پر تو علیؑ جان کو وارے
ان دونوں میں خُو بُو ہے رسول عربیؐ کی
یہ لال مِرے پاس امانت ہیں نبیؐ کی

کونین میں ان سے کوئی بہتر نہیں بیٹا ۲۸ تُو شبرؑ و شبیرؑ کے ہمسر نہیں بیٹا
تُو زینتِ آغوشِ پیمبرؐ نہیں بیٹا مادر تری زہراؑ کے برابر نہیں بیٹا
محبوب کو اپنے یہ پسر حق نے دیئے ہیں
جو رتبۂ اعلیٰ ہیں وہ سب ان کے لئے ہیں

دریائے صداقت کے گہر ہیں یہی دونوں ۲۹ افلاکِ امامت کے قمر ہیں یہی دونوں
سلطانِ رسالت کے جگر ہیں یہی دونوں خاتونِ قیامت کے پسر ہیں یہی دونوں
بھیجوں انھیں لڑنے کو، نبیؐ صدقے ہوں جن پر
سَو بیٹے جو تجھ سے ہوں تو قرباں کروں اِن پر

لڑنے انھیں بھیجوں، یہ نہ ہوگا کسی عنوان ۳۰ تُو قتل ہو یا سب مِری اولاد ہو بے جان
ہے فخر پدر کا ترے گر ان پہ ہو قربان فرزندِ نبیؐ ہیں، مِرے بیٹے نہ انھیں جان
کام ان کے جو آئے تو لٹادوں میں گھر اپنا
پیارا نہ کیا ان سے نبیؐ نے پسر اپنا

پر شبرؑ و شبیرؑ سے نسبت نہیں زنہار ۳۱ اوروں سے زیادہ ہے مِرے دل میں ترا پیار
تلواروں میں پہلے تجھے جانا ہے سزاوار تُو ہاتھ جو میرا ہے تو آنکھیں ہیں یہ دلدار
ضائع ہو اگر چشم تو مردُم کا ضرر ہے
اے نورِ نظر! ہاتھ تو آنکھوں کی سپر ہے

ہم جیتے رہیں اور وہ کھائے تبرو تیر ۳۲ جس شاہِ دوعالم کا یہ رتبہ ہو، یہ توقیر
بخشیں گے کبھی شیرِ خدا یہ مِری تقصیر انصاف سے فرمایئے یا حضرتِ شبیرؑ
تا عصر یہ وقت اور یہ زمانہ نہ رہے گا
پر خلق میں خادم کا ٹھکانہ نہ رہے گا

مقتل سے اُٹھا نا مِرے لاشے کو برادر ۳۳ شہ نے کہا چل جائے گا جب حلق پہ خنجر
رکھیو تمھیں ہاتھوں سے ہمیں قبر کے اندر کفنائیو زہراؑ کی ردا میں تنِ بے سر
سمجھائیو ناموسِ شہنشاہِ زمن کو
پُرسا مِرا دینا مِری ناشاد بہن کو

عباسؑ نے کی عرض بجا ہوتا ہے ارشاد ۳۴ قابل اسی خدمت کے ہے یہ بندۂ ناشاد
حضرت کی تو گردن پہ چلے خنجرِ فولاد ہم بیٹھ کے خیموں میں سُنیں رانڈوں کی فریاد
غارت کی خوشی لشکرِ بے پیر میں دیکھیں
عابدؑ کا گلا طوقِ گلو گیر میں دیکھیں

کیا عزم تھا، کیا ہوگیا، جو مرضیٔ غفّار ۳۵ حُجّت کا نہ مقدور ہے، نہ طاقتِ گفتار
صدمہ تو بڑا یہ ہے کہ کیوں باندھی ہے تلوار کس گوشے میں اب منہ کو چھپائے یہ علمدار
منہ شہر میں ہم چشموں کو دکھلا نہیں سکتا
روضے پہ یدُاللہ کے بھی جا نہیں سکتا

فرمائیں گے تھا بیکس و تنہا مِرا پیارا ۳۶ کیوں آپ سے فرقت ہوئی بھائی کی گوارا
سر کو قدمِ سبطِ پیمبرؐ پہ نہ وارا ہم آج سے اس کے، نہ یہ فرزند ہمارا
کیا کام یہاں، دُور رہے، پاس نہ آئے
کہہ دو کہ مِرے روضے پہ عباسؑ نہ آئے

یہ کہتے ہی عباسؑ پہ رقّت ہوئی طاری ۳۷ اشک آنکھوں سے برسے صفتِ ابرِ بہاری
گھبرا کے کہا شاہ نے کیوں کرتے ہو زاری اچھا وہی ہووے گا جو مرضی ہے تمھاری
آزردہ نہ ہو، منہ سے بس اب کچھ نہ کہیں گے
تم جس میں خوشی، خیر ہمیں داغ سہیں گے

تنہائی ہے تقدیر میں ہم کیا کریں بھائی ۳۸ دیکھیں گے ابھی اکبرؑ و اصغرؑ کی جدائی
کب دیکھئے اس رنج سے ہوتی ہے رہائی قسمت میں ہے دیکھیں ہمیں سب گھر کی صفائی
ہمدم کوئی غیر از اَلَم و یاس نہ ہوئے
سرتن سے کٹے جب، تو کوئی پاس نہ ہوئے

بھائی ہے وہ بھائی کہ جو ہو بھائی کا پیارا ۳۹ ہوتا ہے بڑے بھائی کو بھائی کا سہارا
عباسؑ! جدائی نے تمھاری ہمیں مارا سمجھے تھے کہ چھوڑو گے نہ تم ساتھ ہمارا
کیوں کر دلِ غم دیدہ کو سمجھائے گا شبیرؑ
اب باپ کی تصویر کہاں پائے گا شبیرؑ

عباسؑ بھی تھے قبلۂ کونین کے ہمراہ ۴۰ یہ کہہ کے سُوئے خیمہ چلے روتے ہوئے شاہ
میدان سے آتے ہیں ادھر سیّدِ ذی جاہ فضّہ نے کہا زینبِ دلگیر سے ناگاہ
ہے ریش بھی تر اشکوں سے رخسار بھی نم ہے
رومال ہے آنکھوں پہ، کمر ضعف سے خم ہے

ہے اور کوئی ساتھ کہ تنہا ہیں برادر ۴۱ زینبؑ نے کہا خیر کرے خالقِ اکبر
فرمایا میں سمجھی سببِ گریۂ سرور فضّہ نے کہا پیچھے ہیں عباسؑ دلاور
روتا نہیں بے وجہ جگر بند نبیؐ کا
سامان یہ ہے رخصتِ عباسِ علیؑ کا

کیسی یہ بلا خانۂ سادات پہ آئی ۴۲ ہے ہے ہمیں تقدیر کہاں گھیر کے لائی
ہوجائے گا اب اور بھی تنہا مِرا بھائی آفت ہے علمدارِ دلاور کی جدائی
پردیسیوں سے جنگ یہ کیوں ٹھن گئی لوگو!
ہے ہے مِرے بھائی پہ یہ کیا بن گئی لوگو!

بانو علی اکبرؑ کے لئے ہوگئی مضطر ۴۳ یہ سن کے اُڑا رنگِ رخِ آلِ پیمبرؐ
کیوں خیر تو ہے کیا ہوا اے شاہ کی خواہر یوں کہنے لگی زوجۂ عباسِؑ دلاور
بولیں کہ یونہی حال مِرا غیر ہے بی بی
کھُل جائے گا جو ہوئے گا ہاں خیر ہے بی بی

یہ کہہ کے چلی جانبِ در شاہ کی ہمشیر ۴۴ داخل ہوئے ڈیوڑھی میں ادھر حضرتِ شبیرؑ
دیکھی جو نہ تھی دیر سے وہ چاندسی تصویر کس شوق سے آئی وہ قریبِ شہِ دلگیر
اک ہاتھ سے لیں سبطِ پیمبرؐ کی بلائیں
اک ہاتھ سے عباسِؑ دلاور کی بلائیں

خوش ہو کے دعا کرتی تھی وہ شاہ کی شیدا ۴۵ جوڑی یہ سلامت رہے اے خالقِ یکتا!
فرمانے لگے روکے شہِ یثرب و بطحا بس آج تلک ساتھ تھا اب ہوتے ہیں تنہا
یہ روتے ہیں جوں جوں اُنھیں سمجھاتے ہیں بھینا
بھائی تو ہمیں چھوڑے چلے جاتے ہیں بھینا

بچوں کا نہ صدمہ ہے، نہ رونے کا مرے غم ۴۶ مِل جائے رضا رن کی تقاضا ہے یہ ہردم
سمجھاؤ تمھیں کچھ انھیں اے ثانئ مریم مرجائیں گے عباسؑ تو جینے کے نہیں ہم
یہ غیظ میں رکتے نہیں روکے سے کسی کے
کہتے ہیں چلا جاؤں گا روضے پہ علیؑ کے

یہ سنتے ہی گھبرا گئی وہ شاہ کی شیدا ۴۷ بولی کہ نہ بھائی، یہ کبھی ان سے نہ ہوگا
ہے درپئے آزار و جفا لشکرِ اعدا اس وقت میں عباسؑ تمھیں چھوڑیں گے تنہا؟
حجت انھیں کچھ جانے نہ جانے میں نہیں ہے
ایسا تو وفادار زمانے میں نہیں ہے

دے سب کو خدا خلق میں اس طرح کا بھائی ۴۸ جرار و وفادار، مددگار، فدائی
غصّہ ہے انھیں یہ کہ اجازت نہیں پائی کیا سہل ہے آغوش کے پالے کی جدائی
تھوڑے ہیں الم اور یہ غم کھانے نہ دوں گی
رخصت بھی جو دیں آپ تو میں جانے نہ دوں گی

بعد ان کے ضعیفی کا سہارا نہیں کوئی ۴۹ ان سے تو زیادہ ہمیں پیارا نہیں کوئی
معلوم ہوا اَب کہ ہمارا نہیں کوئی ان کے نہ جدا ہونے کا چارا نہیں کوئی
خود گور کنارے ہوں، بھروسہ مِرا کیا ہے
اچھا یہ چلے جائیں، ہمارا بھی خدا ہے

پالا ہے انھیں گود میں، کیا میں نہیں مختار ۵۰ ساتھ ان کے اگر آج نہیں مادرِ غم خوار
میں ان سے نہ بگڑوں جو کریں جانے میں تکرار ہر وقت یہ ہیں آپ کی راحت کے طلبگار
جو ہوتا ہے ارشاد بجالاتے ہیں عباسؑ
کیوں آپ ہیں بیتاب، کہاں جاتے ہیں عباسؑ

زینبؑ نے کہا آؤ میں قربان گئی آؤ ۵۱ حضرت نے اشارہ کیا تم بھائی کو سمجھاؤ
تم کو سرِ زینبؑ کی قسم ہے جو کہیں جاؤ لے جا کے الگ بولیں کہ بھائی کو نہ رلواؤ
تم پاس نہ ہوگے تو کدھر جائیں گے شبیرؑ
ہتھیار تو کھولو، نہیں مر جائیں گے شبیرؑ

مر جانے میں عزت ہے، نہ جاؤں تو کروں کیا ۵۲ عباسؑ نے رو کر کہا اے ثانیٔ زہراؑ
رکتے نہ، جو میں پاؤں پہ آقا کے نہ گرتا سر دینے کو میداں میں چلے تھے شہِ والا
مر جانے سے میرے کوئی برباد نہ ہوگا
شبیرؑ نہ ہوں گے تو گھر آباد نہ ہوگا

فرمایئے پھر کیا کہے گا مجھ کو زمانہ ۵۳ خادم نے اگر آپ کے ارشاد کو مانا
جانا مِرا بہتر ہے کہ شبیرؑ کا جانا نہ دین میں توقیر، نہ دنیا میں ٹھکانہ
جرّاروں کے سر جسم پہ محسن کے لئے ہیں
اچھا جنھیں پالا ہے وہ کس دن کے لئے ہیں

صورت مِری پھر آپ کبھی دیکھیں گی، ہمشیر؟ ۵۴ آگے مرے گر قتل ہوئے حضرتِ شبیرؑ
مر جاؤں میں اکبرؑ پہ جو تولے کوئی شمشیر حضرت کا تو کیا ذکر ہے اے خواہرِ دلگیر
اس گھر کی غلامی مجھے منظورِ نظر ہے
وہ بھی مِرا آقا ہے کہ آقا کا پسر ہے

سردینے دو کونین کے سردار کا صدقہ ۵۵ روکو نہ مجھے سیّدِ ابرار کا صدقہ
دلوادو رضا، احمدِ مختارؐ کا صدقہ کچھ سعی کرو حیدرِ کرّارؑ کا صدقہ
میداں میں بڑی بے ادبی کرتے ہیں اعدا
اکبرؑ سے مبارز طلبی کرتے ہیں اعدا

ماں دُور ہے، بابا کا بھی سایہ نہیں سر پر ۵۶ تنہا ہوں میں اے وارثِ ذُرّیّتِ حیدرؑ
جب آپ ہی روکیں گی تو پھر کون ہے رہبر خادم کو بھروسہ ہے مگر آپ کا خواہر
عزّت پہ نمک خوار کی بات آن پڑی ہے
اے بنتِ علیؑ !عقدہ کشائی کی گھڑی ہے

دلوادوں رضا بھائی سے میں بھائی کو کیوں کر ۵۷ کچھ سوچ کے زینبؑ نے کہا ہائے مقدّر
جینے کے نہیں، جبر سے راضی بھی ہوئے گر یاں ان کا یہ اِصرار ہے واں روتے ہیں سرور
سمجھانے کو بھیجا ہے مجھے شاہِ زمن نے
فرمائیں گے کھویا مِرے بھائی کو بہن نے

عباسؑ بھی ہمراہ تھے نہوڑائے ہوئے سر ۵۸ یہ کہہ کے گئی شہ کے قریں زینبِؑ بے پر
کی عرض نہیں مانتے عباسؑ دلاور حضرت نے اشارہ کیا کیوں کیا ہوا خواہر
منظور ہے صدقے ہوں شہنشاہِ اُمم پر
سمجھاتی ہوں جب میں تو یہ گرتے ہیں قدم پر

روتے ہیں کہ ہم چشموں میں اب ہوتا ہوں محجوب ۵۹ معلوم ہوا یہ نہ رکیں گے کسی اسلوب
خیر اب سہی کیجے کہ جو کچھ ان کو ہے مطلوب حضرت نے کہا رو کے بہت خوب بہت خوب
تنہائی کا کچھ غم نہیں راضی برضا ہیں
بندے کے تو سب امر مُحَوَّل بخدا ہیں

فرما کے یہ ارشاد کیا آؤ برادر ۶۰ شبیرؑ کی چھاتی سے لپٹ جاؤ برادر
زخمِ تبر و تیرو سناں کھاؤ برادر لو داغِ جوانی ہمیں دکھلاؤ برادر
مشتاق ہو جس کے وہ تمھیں باغ مبارک
شبیرؑ کے سینے کے لئے داغ مبارک

عباسؑ گرے پاؤں پہ گردن کو جھکا کر ۶۱ رونے لگے شہ بھائی کو چھاتی سے لگا کر
بانو نے کہا غش سے سکینہؑ کو جگا کر صدقے گئی دیکھ آؤ چچا جان کو جا کر
اس طرح جو شاہِ شہدا روتے ہیں بی بی
سرور سے علمدار جدا ہوتے ہیں بی بی

یہ سنتے ہی گھبرا کے چلی جلد وہ بے آس ۶۲ اودے ہوئے جاتے تھے لبِ لعل یہ تھی پیاس
زینبؑ نے کہا آئی ہے لو عاشقِ عباسؑ عباسؑ نے گودی میں لیا، آ کے بصد یاس
بہتے تھے جو آنسو خلفِ شیرِ خدا کے
سوکھے ہوئے لب مَلنے لگی منہ سے چچا کے

عباسؑ نے رو کر کہا کیا چاہیے جانی ۶۳ شرما کے سکینہؑ نے یہ کی عرض کہ پانی
عباسؑ نے فرمایا بصد اشک فشانی اللہ بجھائے گا تری تشنہ دہانی
لو گود سے اترو تو ہم اب جائیں سکینہؑ
لے آؤ کوئی مشک تو بھر لائیں سکینہؑ

یہ سنتے ہی اس پیاسی میں اک جان سی آئی　۶۴　فضّہ گئی اور دوڑ کے مشکیزے کو لائی
یوں کہنے لگی رو کے وہ شبیرؑ کی جائی　　میں رن میں چلی آؤں گی گر دیر لگائی
جلد آؤں گا دریا سے یہ فرما کے سدھارو
جاتے ہو تو آنے کی قسم کھا کے سدھارو

عباسؑ نے کی عرض کہ دریا نہیں کچھ دُور　۶۵　مشکیزہ بھرا اور پھرے خُرّم و مسرور
اور آگے مری جان جو اللہ کو منظور　　مانع ہوئی آنے میں اگر موت تو مجبور
تقدیر سے کیا زور ہے سقائے حرم کا
وعدہ کریں کیوں کر کہ بھروسہ نہیں دم کا

بابا سے یہ کہنے لگی وہ حور شمائل　۶۶　کیوں مشک انھیں دوں کہ نہ دوں اے شہِ عادل
ہر چند کہ بے آب مِری زیست ہے مشکل　　صدقے گئی سینے میں دھڑکتا ہے مِرا دل
حضرت نے سنیں حضرتِ عباسؑ کی باتیں
ماتم کی خبر دیتی ہیں یہ یاس کی باتیں

بیٹی کی طرف دیکھ کے بولے شہِ ذی جاہ　۶۷　تم پیاسی ہو کس طرح تمھیں منع کروں آہ
پانی کی تو ہوتی ہے بہشتی کو بڑی چاہ　　دو مشک انھیں خیر جو کچھ مرضئ اللہ
کام ان کا تو ہے کوشش و تدبیر سکینہؑ
آگے تری قسمت، تری تقدیر سکینہؑ

یہ سن کے سکینہؑ نے جو دی مشک بصد غم　۶۸　آہستہ کہا شہ نے بہن سے کہ موئے ہم
سنبھلا جو نہ دل بیٹھ گئے قبلۂ عالم　　عباسؑ چلے گھر سے بپا ہوگیا ماتم
یوں خیمے کے پردے سے وہ صفدر نکل آیا
گویا کہ قمر بُرج سے باہر نکل آیا

٦٩ قدسی بھی زیارت کو قدم با قدم آئے
مُجرے کو بہادر کے جلال و حشم آئے
غیظ و غضب و قہر و تہوّر بہم آئے
ہاتھوں پہ فدا ہونے کو فیض و کرم آئے
چوما ظفر و فتح نے دامانِ علم کو
اقبال نے ہاتھوں کو، شجاعت نے قدم کو

۷۰ ہمت کا سخن تھا کہ ہوا خواہ ہوں میں بھی
جرأت کو یہ تھا فخر کہ ہمراہ ہوں میں بھی
شوکت نے کہا خادمِ درگاہ ہوں میں بھی
صَولت یہ پکاری کہ فلک جاہ ہوں میں بھی
کہتا تھا حشم، وجد ہو یہ حال مِرا ہے
عزت نے کہا اوج پہ اقبال مِرا ہے

۷۱ دونی درِ دولت کی بزرگی ہوئی اس دم
اِستادہ ہُوا در پہ جو وہ رکنِ معظّم
عالَم کو نظر آنے لگا نور کا عالَم
تھا مُتَّصِلِ بُرجِ شرف نیّرِ اعظم
گردوں پہ مہ و مہر بھی چکّر میں پڑے تھے
گویا کہ علیؑ عرش کے پہلو میں کھڑے تھے

۷۲ یا بادِ صبا ناز سے سوئے چمن آئی
اسواریٔ غم خوارِ امامِ زمن آئی
گھوڑا تھا کہ پہنے ہوئے زیور دُلھن آئی
جب گرد اُٹھی بوئے گُلِ یاسمن آئی
آمد درِ دولت پہ ہوئی کبکِ دری کی
مُرغانِ ہوا بھول گئے چال پری کی

۷۳ روحِ اسدُ اللہ چلی شیر کے ہمراہ
گھوڑے پہ چڑھے حضرتِ عباسؑ فلک جاہ
آتا ہے بڑا شیر دلاور سوئے جنگاہ
جاسوس نے دی جاکے خبر فوج کو ناگاہ
اس سج کا جواں غرب سے تا شرق نہیں ہے
حیدرؑ میں اور اس میں سرِ مُو فرق نہیں ہے

ہتھیار اسی شان سے باندھے ہیں کمر میں ۷۴ داؤدی زِرہ ہے اُسی انداز سے بر میں
برپا تھی قیامت شہِ ذی جاہ کے گھر میں　غصّہ وہی چتوَن میں، وہی رعب نظر میں
جس دم یہ چڑھا گھوڑے پہ غش کر گئے شبیرؑ
ہم کو تو یقیں ہو گیا تھا مر گئے شبیرؑ

جرّار و وفادارِ دلاور نظر آیا ۷۵ جاسوس یہ کہتا تھا کہ صفدر نظر آیا
سب فوج کو نورِ رخِ حیدرؑ نظر آیا　بپھرا ہوا مقتل میں غضنفر نظر آیا
گردوں پہ ہوا غل کہ یہ قدرت ہے خدا کی
دی خاک کے ذرّوں نے صدا صلِّ علیٰ کی

کہتی تھی یہ گیتی کہ **اَنا الطُّور، اَنا الطُّور** ۷۶ غازی کی وہ شوکت، وہ شکوہِ علمِ نور
ہم پنجہ ہو پنجے سے یہ کیا مہر کا مقدور　پرچم تھا کہ بکھرے ہوئے تھے موئے سرِ حُور
دکھلا تا تھا سر سبزیٔ افلاک پھریرا
تھا دامنِ مریمؑ کی طرح پاک پھریرا

یہ ہاتھ سخی کا ہے نہ ہووے گا کبھی بند ۷۷ زر ریز تھا پنجہ تو یہ کہتے تھے خرد مند
کرتا تھا ستاروں کو فلک فخر سے اسپند　تھی اس کی ضیا آئینۂ مہر سے دَہ چند
سب فوجِ ملائک کی نظر اس سے لڑی تھی
اوڑھے ہوئے اک سبز ردا حُور کھڑی تھی

تھا زیرِ نگیں ماہ سے تا مسکنِ ماہی ۷۸ اللہ رے اوجِ علمِ لشکرِ شاہی
دامن جو کُھلا، رنگِ زمیں ہوگیا کاہی　پنجہ جو ہلا، پھیل گیا نورِ الٰہی
سبزیٔ حسنؑ، سرخیٔ رنگِ شہِ دیں تھی
سونے کا فلک تھا تو زمرّد کی زمیں تھی

غل تھا کہ جہاں میں علَم ایسا نہیں دیکھا ۷۹ زر ریز ہے پنجہ، کرم ایسا نہیں دیکھا
اقبال و جلال و حشم ایسا نہیں دیکھا   سرداروں میں ثابت قدم ایسا نہیں دیکھا
طُوبیٰ ہو تو ایسا، مہِ کامل ہو تو ایسا
ایسے علَمِ نور کا حامل ہو تو ایسا

ناگاہ بڑھے حضرتِ عباسؑ فلک جاہ ۸۰ ذرّوں میں چلا مہر، ستاروں میں چلا ماہ
اشعارِ رجز تھے کہ چلی سَیفِ یدُاللہ   ہٹنے لگے ڈر ڈر کے صفِ جنگ سے روباہ
دم بند تھے دہشت سے فصیحانِ جہاں کے
کہتی تھی فصاحت کہ نثار اس کی زباں کے

نعرہ تھا کہ میں شیرِ نیستانِ علیؑ ہوں ۸۱ جرّار ہوں، صفدر ہوں، شجاعِ اَزَلی ہوں
پروانۂ شمعِ حرَمِ لم یزلی ہوں   میں جوشنِ بازوئے ولی ابنِ ولی ہوں
گھر ہے وہ، ملک بُرجِ شرف کہتے ہیں جس کو
بیشہ ہے وہ اپنا کہ نجف کہتے ہیں جس کو

مخفی نہیں خیبر میں یدُاللہ کا لڑنا ۸۲ اور ایک وَجَب نیزے کا وہ سنگ میں گڑنا
حملوں سے وہ فوجوں کے محلّوں کا اجڑنا   وہ زلزلہ اور وہ درِ خیبر کا اُکھڑنا
قوّت نہیں اعجاز ہے سب، فوج میں غل تھا
خندق پہ اُدھر در تھا اِدھر لاشوں کا پُل تھا

کرّار کے حملے نہ رکے فوج کے دَل سے ۸۳ وہ کون تھے بھاگے تھے جو صفّین و جمل سے
پروا نہیں کچھ آج جو بے آب ہیں کل سے   پھُولے گا گُلِ فتح اسی باغ کے پھل سے
لاکھوں کو بھگا دیں یہ تصوّر نہیں جاتا
فاقوں میں بھی شیروں کا تہوّر نہیں جاتا

مشہور ہے اس شیفتۂ رب کی لڑائی ۸۴ اک کھیل تھی واں عنترو مرحب کی لڑائی
اِن آنکھوں سے دیکھی ہوئی ہے سب کی لڑائی لڑ لیتے ہیں پیش آتی ہے جس ڈھب کی لڑائی
ہر چند پیادہ وہ شہِ عرش نشیں تھا
سر عمرو کا خندق میں کہیں، جسم کہیں تھا

ہم سا کوئی جرار دو عالم میں نہیں ہے ۸۵ دیکھو کہ یہ انبوہ کوئی دم میں نہیں ہے
جرأت جو ہے لڑکوں میں وہ رستم میں نہیں ہے وہ کون سا جوہر ہے کہ جو ہم میں نہیں ہے
پروا نہیں دنیا کی غنی ابنِ غنی ہیں
تلوار کے مالک ہیں، شجاعت کے دھنی ہیں

ہے غیظ ہمارا غضبِ خالقِ اکبر ۸۶ سب ہم میں ہیں شمشیرِ یدُاللہ کے جوہر
طفلی میں جری ہوتے ہیں لختِ دلِ حیدرؑ گہوارہ میں ہم چیرتے ہیں کلّۂ اژدر
بت خانۂ آزر کو تہہِ خاک کیا ہے
اصنام سے اللہ کا گھر پاک کیا ہے

تم روکے ہو اس نہر کو ہم آتے ہیں دیکھو ۸۷ کس شان سے مشکیزے کو بھرلاتے ہیں دیکھو
لڑلڑ کے ہزاروں سے نکل جاتے ہیں دیکھو لو تیغِ یدُاللہ کو چمکاتے ہیں دیکھو
ہم شیر ہیں زورِ اسدُاللہ ہے ہم میں
برہم ہوں تو دنیا کو اُلٹ دیتے ہیں دم میں

پڑھ کر یہ رجز، میان سے لی تیغ جری نے ۸۸ جلوہ کیا پردے سے نکلتے ہی پری نے
رہوار پہ اسپند کیا کبکِ دری نے بوسہ دیا قدموں پہ نسیمِ سحری نے
اُڑ کر گیا اور بھر کے طرارہ نکل آیا
تلواروں کے چنگل سے چکارہ نکل آیا

گھوڑے کو ادھر سے جو پلٹ کر ادھر آئے ۸۹ یوں آئے کہ روباہوں پہ جوں شیرِ نر آئے
گویا کہ علیؑ لشکرِ ہیجا میں در آئے سر خاک پہ گرتے ہوئے پیہم نظر آئے
تلوار کی بجلی جو گری کوند کے رن میں
آخر صفِ اوّل ہوئی اک چشم زدن میں

اُس صف سے جھپٹ کر صفِ ثانی پہ جب آئے ۹۰ معلوم ہوا شیر کے پنجے میں سب آئے
غل پڑ گیا بھاگو کہ امیرِ عرب آئے کیا ہو سکے جب فرق پہ برقِ غضب آئے
جھونکا جو چلا صرصرِ شمشیر کا سَن سے
ڈھالیں تو اٹھی رہ گئیں، سر اُڑ گئے تن سے

حلقے میں کمانداروں کے آیا جو وہ صفدر ۹۱ چلّے بھی کٹے، تیر بھی ٹکڑے ہوئے یکسر
سہمے ہوئے تھے تیغ کی دہشت سے ستمگر غل تھا کہ زہے رعبِ جگر گوشۂ حیدرؑ
رخ پھر گئے تھے صاعقۂ شعلہ فشاں سے
تیروں سے کماں بھاگتی تھی، تیر کماں سے

تھا کاٹ میں تلوار کے غازی کا نیا ڈھنگ ۹۲ اسوار بھی دو حصے تھا، رہوار بھی چوَرنگ
گہ فرق پہ، گہ سینے پہ، اور گاہ تہہِ سنگ چلّاتے تھے ظالم کہ یہ اعجاز ہے یا جنگ
آمد ملکُ المَوت کی ہے وار نہیں ہے
یہ مرگِ مفاجات ہے، تلوار نہیں ہے

میداں سے کیا ڈر کے سلامت نے کنارا ۹۳ راحت نے کہا غیرِ فرار اَب نہیں چارا
خود امن نے گھبرا کے اماں کو یہ پکارا لشکر سے چلو اب نہیں یاں کام ہمارا
پھر وقت نکل جائے گا اصلا نہ ملے گا
لاشوں کے ہوئے ڈھیر تو رستا نہ ملے گا

شمشیرِ علمدار کی تیزی کا بیاں ہے　۹۴　بیتیں ہیں دوپارہ کہ قلم سَیفِ زباں ہے
ڈھالوں کو سمجھتی تھی وہ بجلی کہ دھواں ہے　　چار آئینہ کیا یہ مہِ نو ہے وہ کتاں ہے
کیا قبضے سے اس برقِ جہاں سیر کے نکلے
فولاد کا دریا ہو تو وہ پَیر کے نکلے

بجلی کی طرح ڈوب کے جوشن سے نکل جائے　۹۵　چار آئینہ کیا قلعۂ آہن سے نکل جائے
اسوار کا کیا ذکر ہے، توسن سے نکل جائے　　سنسان ہو وہ راہ جدھرسَن سے نکل جائے
جب تک نہ کساؤ کبھی جھکتے نہیں دیکھا
ہاں سَیل رکے، پر اسے رکتے نہیں دیکھا

خاک اُڑ گئی اُس صف کی جدھرسَن سے چلی وہ　۹۶　خود و سر و رُو کاٹ کے جوشن سے چلی وہ
اسوار کا گرنا تھا کہ توسن سے چلی وہ　　دو کر کے زِرہ سینۂ دشمن سے چلی وہ
تھی ریت میں جب توسنِ چالاک سے نکلی
کھینچا تو چمکتی ہوئی پھر خاک سے نکلی

آفت تھی، قیامت تھی، چھلاوہ تھی، بلا تھی　۹۷　بجلی تھی، کٹاری تھی، قرولی تھی، قضا تھی
روکے کوئی کیا باڑھ نہ تھی، سَیلِ فنا تھی　　پشّہ تھا وہ ظالم کہ لہو جس کی غذا تھی
بجلی کو بھی تڑپا دیا تھا جلوہ گری نے
تاب اس کی نہ تھی مانگ نکالی تھی پری نے

کٹ جاتے تھے، منہ دیکھ کے سب تیغ زن اس کا　۹۸　قامت میں کجی، چال میں وہ بانکپن اس کا
تاریک زمیں اور وہ تاباں بدن اس کا　　چلتی تھی سروں پر یہ نیا تھا چلن اس کا
ہے صاحبِ جوہر کا محل چرخِ بریں پر
رکھا ہے مہِ نو نے کبھی پاؤں زمیں پر

غل تھا یہ کسی تیغ میں چم خم نہیں دیکھا ۹۹ بجلی کی تڑپ کا بھی یہ عالم نہیں دیکھا
لشکر کا لہو پی گئی ، یہ دم نہیں دیکھا ایسا کسی ناگن میں کبھی سم نہیں دیکھا
پھر کیا ہے جو اللہ کا یہ قہر نہیں ہے
اس تیغ کے کاٹے میں کہیں لہر نہیں ہے

دشمن کو ہوا لگ گئی اس کی جو قضارا ۱۰۰ سمجھا وہ کہ شہپر ملکُ الموت نے مارا
گھاٹ اس کا نہ تھا، بحرِ فنا کا تھا کنارا بے تن سے سر اُترے ہوئے مشکل تھا اُتارا
دریا بھی تلاطم میں رہا کاٹ سے اس کے
اُبھری نہ کوئی کشتیٔ تن گھاٹ سے اس کے

وہ برق ہے جو خرمنِ ہستی کو جلادے ۱۰۱ وہ آگ ہے جو شام کی بستی کو جلادے
وہ شعلہ ہے جو تیغِ دو دستی کو جلادے چمکے جو بلندی پہ تو پستی کو جلادے
ہے دُور سے برچھی تو برابر سے چھری ہے
سچ کہتے ہیں تلوار کی بھی آنچ بری ہے

بجلی کی چمک سے بھی زیادہ چمک اس کی ۱۰۲ شعلہ بھی گریزاں ہو جو دیکھے لپک اس کی
اک دھوم سماوات سے تھی تا سمک اس کی رہ رہ کے ثنا کرتے تھے جنّ و ملک اس کی
لرزاں تھے تہِ تیغ قدم گاوِ زمیں کے
پر کانپتے تھے حضرتِ جبریلِ امیںؑ کے

ویرانۂ لشکر کی بِنا اس نے جو ڈالی ۱۰۳ دم بھر میں ہوئے قصرِ بدن روح سے خالی
اس صف میں جو سیفی تو اُدھر رسم جِدالی ناخن ملک الموت کا تھا تیغِ ہلالی
بند اس کے جدا سب تھے جو مرنے پہ تُلا تھا
وہ کون سا عقدہ تھا جو اُس پر نہ کھُلا تھا

۱۰۴ جس صف پہ گری تیغ وہ صف خاک پہ آئی
اک آفتِ نَو لشکرِ کفار پہ آئی
دو ہوگیا جس ظالمِ ناپاک پہ آئی
گہ فرق پہ چمکی کبھی فتراک پہ آئی
ہر صف کا یہ احوال تھا اس تیغِ دو دم سے
جس طرح کوئی کاٹ دے سطروں کو قلم سے

۱۰۵ پیدا تھی ہر اک زخم سے گلگاریٔ شمشیر
مقتل کو چمن کرتی تھی خونباریٔ شمشیر
تھا شور کہ قربانِ سپر داریٔ شمشیر
رد کرتی تھی ہر وار کو طرّاریٔ شمشیر
نصرت ہو اگر ایک جواں ساتھ ہو ایسا
تیغ ایسی ہو، دل ایسا ہو اور ہاتھ ہو ایسا

۱۰۶ سر کیا ہے کہ بے دو کئے پیکر کو نہ چھوڑا
سالم صفِ ہیجا میں کسی سر کو نہ چھوڑا
چار آئینے کو، ڈھال کو، مغفر کو نہ چھوڑا
جوشن کو، کمر بند کو، بکتر کو نہ چھوڑا
لوہے کے چبانے کی صدا بھا گئی اس کو
جس چیز پہ منہ ڈال دیا کھا گئی اس کو

۱۰۷ دم بھر میں لہو خاک پہ برسا کے پھر آئی
یاں سے گئی واں، واں سے ادھر جا کے پھر آئی
گرمائی تو دریا کی ہوا کھا کے پھر آئی
منہ جس کو دکھایا اُسے تڑپا کے پھر آئی
جس جا تھی وہیں تھی، کہیں آئی نہ گئی تھی
انداز نئے، ڈھنگ نیا، چال نئی تھی

۱۰۸ ہر صید پہ جلدی کبھی شہباز سے آئی
ہر سُو ملکُ الموت کے انداز سے آئی
بے پاؤں چلی، فرق پہ اعجاز سے آئی
کس شان سے، کس ٹھاٹھ سے، کس ناز سے آئی
اعدا کو نئے طرح کے چو رنگ دکھائے
اک تیغ نے دو ہاتھ میں سَو رنگ دکھائے

بھاری ہوئی سب فوج پہ جس دم اسے تولا ۱۰۹ فولاد کی مغفر کو سمجھتی تھی پھپھولا
منہ اس کا تھا کیا جانئے کس سانپ پہ کھولا اس بھیڑ کو پسپا کیا، اس غول کو رولا
اک ہاتھ میں سب فوج کو پامال کیا تھا
دم بھر میں سیہ کاروں کا منہ لال کیا تھا

لڑتا ہوا پہنچا لبِ دریا جو وہ جرّار ۱۱۰ تھا دستِ مبارک میں علَم، ہاتھ میں تلوار
کہنی سے ٹپکتا تھا لہو خاک پہ ہر بار چھیڑا جو ذرا اُڑ کے گیا نہر میں اسوار
دِل کھِل گیا آئی جو ہوا سرد تری کی
تر ہوگئی چھینٹوں سے زرہ جسم جری کی

گر پیاس سے تڑپا دلِ عباسؑ خوش اطوار ۱۱۱ بھُولے نہ مگر تشنگیٔ سیّدِ ابرار
اس وقت میں رہوار بھی ہوتے تھے وفادار پانی سے اٹھائے رہا منہ اپنا وہ رہوار
سمجھا کہ خجل ہوں گا بہت پیاس بجھا کے
ہمّت اسے کہتے ہیں، یہ معنی ہیں وفا کے

ڈھیلی کی لگام اس کی کئی بار یہ کہہ کر ۱۱۲ تو پی لے کہ پھر پانی نہ ہووے گا میسّر
کی عرض کہ اے لختِ دلِ ساقیٔ کوثر دو روز سے ہے تشنہ جگر آلِ پیمبرؐ
پانی پیئے کس طرح علمدار کا گھوڑا
پیاسا ہے ابھی سیّدِ ابرار کا گھوڑا

یہ سُن کے علمدار کی آنکھیں ہوئیں پُرنم ۱۱۳ سیراب کیا مشکِ سکینہؑ کو بصد غم
منہ باندھ کے تسمے سے رکھا دوش پہ جس دم کی عرض مدد کیجیو اے حافظِ عالم!
تو مشک کا حافظ ہے، نگہباں ہے علم کا
یارب میں بہشتی ہوں پیمبرؐ کے حرم کا

۱۱۴ لاکھوں سے لڑا اور کوئی زخم نہ کھایا کیا قہر کا دریا تھا جسے جھیل کے آیا
پر نہر کے پانی کو میں لب تک نہیں لایا ہر چند کہ دو روز سے قطرہ نہیں پایا
صابر ہوں کہ آغوش میں صابر کی پلا ہوں
جس حال سے آیا تھا اسی طرح چلا ہوں

۱۱۵ کمزور ہوں اور دوش پہ بھی بارِ گراں ہے اب تن میں نہ طاقت ہے، نہ وہ تاب وتواں ہے
سقّہ ہوں میں جس کا وہ بہت تشنہ دہاں ہے حربے لئے سب فوجِ ستم در پئے جاں ہے
پیاسوں کی امانت کو شریروں سے بچالے
اے بارِ خدا مشک کو تیروں سے بچالے

۱۱۶ دو چار ہیں بچّے کہ موئے جاتے ہیں بے آب اس پیاس کی گرمی سے جوانوں کو نہیں تاب
سیدانیاں ہفتم سے ہیں سب بے خور و بے آب پانی کا یہاں قحط ہے، دانہ بھی ہے نایاب
دودھ اتنا نہیں ہے کہ زباں بچّے کی تر ہو
اس پر یہ ستم جو چھ مہینے کا پسر ہو

۱۱۷ جاری تھا زباں پر تو **تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰه** یہکہہ کے چلے نہر سے عباسِؑ فلک جاہ
غُل تھا کہ بہادر کو نکلنے کی نہ دو راہ پھر آگئے دریا پہ صفیں باندھ کے روباہ
رستہ نہ ملے گا تو کدھر جائیں گے عباسؑ
خود ڈوب کے اس نہر میں مر جائیں گے عباسؑ

۱۱۸ ترکش کے دہن کھل گئے، چلّوں سے چلے تیر ساحل پہ ہوئی قتلِ علمدار کی تدبیر
عباسؑ بڑھے آتے تھے تولے ہوئے شمشیر تھے گھاٹ کو تلواروں سے روکے ہوئے بے پیر
یہ حال تھا ضیغم دمِ جنگ آتا ہے جیسے
یوں آتے تھے ساحل پہ نہنگ آتا ہے جیسے

سر کٹ کے گرا جس نے قدم نہر میں ڈالا ۱۱۹ ہاتھ اُڑ گئے اس کے جو بڑھا تول کے بھالا
ہٹ جاتا تھا بڑھ بڑھ کے سواروں کا رسالا ساحل پہ تلاطم تھا، صفیں تھیں تہ و بالا
پانی یہ اچھلتا تھا کہ تھرّاتے تھے لاشے
دریا میں چپ و راس نظر آتے تھے لاشے

ساحل پہ اِدھر شمر و عمر کانپ رہے تھے ۱۲۰ پانی کے جو ساکن تھے اُدھر کانپ رہے تھے
سب مچھلیوں کے ڈر سے جگر کانپ رہے تھے تھے گھر میں نہنگ اپنے مگر کانپ رہے تھے
چکّر میں تھا گرداب بھی جرّار کے ڈر سے
موجیں بھی نہ بڑھ سکتی تھیں تلوار کے ڈر سے

لڑتا ہوا اعدا سے وہ صفدر نکل آیا ۱۲۱ بادل کو ہٹا کر مہِ انور نکل آیا
سقائے حرم نہر سے باہر نکل آیا دریائے شجاعت کا شناور نکل آیا
ڈر سے کسی روباہ نے ضیغم کو نہ روکا
تلوار اٹھا کر کہا کیوں ہم کو نہ روکا

یوں جاتے ہیں اور نہر سے یوں آتے ہیں غازی ۲۲۱ لاکھوں ہوں تو ہوں، دھیان میں کب لاتے ہیں غازی
زخمِ تبر و تیر و سناں کھاتے ہیں غازی جب بات پہ آتے ہیں تو مر جاتے ہیں غازی
رُکتے نہیں، یوں حکمِ خدا روکے تو روکے
کیا روکوگے تم، ہاں جو قضا روکے تو روکے

یہ کہہ کے ترائی سے بڑھا شیر دلاور ۱۲۳ پستی سے نمایاں ہوا گویا شہِ خاور
غل تھا کہ نہیں رکنے کا یہ عاشقِ داور لو جاتا ہے دریا سے شجاعت کا شناور
سب ٹوٹ پڑو ورنہ بڑا پیچ پڑے گا
پیاسے ہوئے سیراب تو پھر کون لڑے گا

۱۲۴ دو لاکھ کے حلقے نے علمدار کو گھیرا وہ چاند تو تھا بیچ میں اور گرد اندھیرا
جو بھاگ گئے تھے ان لوگوں نے بھی باگوں کو پھیرا یہ کہتے تھے ''اللہ مددگار ہے میرا''
تلوار سے نیزوں کو قلم کرتے تھے عباسؑ
پڑھ پڑھ کے دعا مشک پہ دم کرتے تھے عباسؑ

۱۲۵ اُلجھا ہوا ہوں مشک میں اے لشکرِ ناری ورنہ مِرا مُردہ بھی ہے تم لوگوں پہ بھاری
کچھ غم نہیں اللہ کرے گا مِری یاری سب مجھ پہ کھلی ہے جو حقیقت ہے تمھاری
دم بند ہے تلواروں کو چمکا نہیں سکتے
لاکھوں ہوں مگر منہ پہ مِرے آ نہیں سکتے

۱۲۶ برچھی لئے بڑھتے تھے سوار ایک طرف سے درپے تھی پیادوں کی قطار ایک طرف سے
تلواروں کی تھی شیر پہ مار ایک طرف سے تیر آتے تھے دم بھر میں ہزار ایک طرف سے
تنہائی میں کیا جانیے کیا کرتے تھے عباسؑ
مشکیزہ لئے سب سے وغا کرتے تھے عباسؑ

۱۲۷ چمکا کے کبھی تیغِ شرر بار کو روکا چھیڑا کبھی، گہ اسپِ وفادار کو روکا
کاٹی کبھی برچھی کبھی تلوار کو روکا دو چار کو زخمی کیا، دو چار کو روکا
اپنا تنِ انور نہ شریروں سے بچایا
جھک جھک گئے اور مشک کو تیروں سے بچایا

۱۲۸ اس قہر کے دریا کو کہاں تک کوئی جھیلے وہ شور زد و کُشت کا وہ فوج کے ریلے
جس قوم سے تلوار چلی، جان پہ کھیلے وا حیف و دریغا وہ ہزاروں، یہ اکیلے
مشکیزہ پہ ہر دم جو سپر ہوگئے عباسؑ
سرتا بہ قدم خون میں تر ہوگئے عباسؑ

مشکیزہ سنبھالیں کہ لعینوں سے لڑیں آہ　۱۲۹　تھی فکر کہ ٹھنڈا نہ کہیں ہو علمِ شاہ
دم پھولا ہوا اور کوئی ہمدم نہ ہوا خواہ　　شل ہوگیا تھا دستِ جگر بندِ یدُاللہ
مجروح تھا سر تیروں سے، چھاتی بھی چھنی تھی
مظلوم کی اک جان پہ کیا آن بنی تھی

لاکھوں سے لڑائی تھی، چلے ہاتھ کہاں تک　۱۳۰　جانبازیاں کیں، جسم میں طاقت تھی جہاں تک
دو روز سے اک بوند نہ پہنچی تھی دہاں تک　　دل جلنے لگا، پیاس کا غلبہ ہوا یاں تک
اس پر بھی نہ مضطر تھے نہ گھبراتے تھے عباسؑ
لڑتے ہوئے لشکر سے چلے آتے تھے عباسؑ

لکھّا ہے کہ اک تھا بنِ ورقہ ستم آرا　۱۳۱　تیغ اس کی لگی دوشِ مبارک پہ قضارا
بے دست ہُوا حیدرِؑ کرّار کا پیارا　　احمدؐ کا نشاں خون میں تر ہوگیا سارا
دیکھو تو ذرا جرأتِ سقائے حرم کو
تا دیر کٹے ہاتھ سے چھوڑا نہ علم کو

جس وقت گرا خاک پہ جھک کر علمِ شاہ　۱۳۲　کس یاس سے عباسِؑ علمدار نے کی آہ
اس دوش پہ بھی تیغ چلی پشت سے ناگاہ　　دونوں نہ رہے دستِ جگر بندِ یدُاللہ
تیروں کی جو بوچھار ہوئی چھن گئے عباسؑ
بازو جو کٹے، سروِ رواں بن گئے عباسؑ

یاں کی تو یہ صورت تھی، سنو حال اُدھر کا　۱۳۳　سب گھر تہ و بالا ہے شہِ جنّ و بشر کا
عُریان ہے سر فاطمہ زہراؑ کے پسر کا　　فرماتے ہیں لو ٹوٹ گیا بند کمر کا
ہیہات کٹے ہاتھ شجاعِ ازلی کے
کانوں میں صدا آتی ہے رونے کی علیؑ کے

اک شور ہے دریا پہ علمدار، علمدار ۱۳۴ یہ روتے ہیں بیٹے کے لئے حیدرِ کرّارؑ
دنیا سے چلا ہائے مِرا جعفرؑ طیّار شبیرؑ کہاں پائے گا اب ایسا مددگار
طاقت تھی کہ بھائی کی مدد بھائی کرے گا
اب کون مِرے بچوں کی سقائی کرے گا

فریاد ہے فریاد، فلک نے مجھے لُوٹا ۱۳۵ بیداد ہے بیداد، کہ بازو مِرا ٹوٹا
بچپن کا جو تھا ساتھ ضعیفی میں وہ چھُوٹا مرنے میں مِرے، بھائی نے سینے کو نہ کُوٹا
مرنے کا ہمارے غمِ تازہ نہ اٹھایا
بھائی نے برادر کا جنازہ نہ اٹھایا

مجمع حرمِ شاہ کا ہے خیمے کے اندر ۱۳۶ سیدانیاں سب پیٹتی ہیں کھولے ہوئے سر
تھرّا رہی ہے زوجۂ عباسِؑ دلاور فرزند تو ہے گود میں، سر پر نہیں چادر
مائیں جو تڑپتی ہیں تو جی کھوتے ہیں بچے
منہ دیکھتے ہیں رانڈوں کا اور روتے ہیں بچے

غش ہے کوئی، سامانِ عزا کرتی ہے کوئی ۱۳۷ ششدر کوئی بی بی ہے، بُکا کرتی ہے کوئی
تسبیح لئے ذکرِ خدا کرتی ہے کوئی ہاتھوں کو اٹھا کر یہ دعا کرتی ہے کوئی
دُکھ پہنچے نہ کچھ بازوئے شاہِ شہدا کو
یارب تُو بچالیجو سکینہؑ کے چچا کو

زینبؑ کا یہ نقشہ ہے کہ چادر نہیں سر پر ۱۳۸ گہ خیمے میں آتی ہیں کبھی جاتی ہیں در پر
چھائی ہے اداسی شہِ مظلوم کے گھر پر چلتی ہے چھُری پیاس کی بچوں کے جگر پر
صدمہ یہ ہے کچھ کہہ نہیں سکتی ہے سکینہؑ
اک ایک کا منہ یاس سے تکتی ہے سکینہؑ

۱۳۹
کیوں مشک چچا جان کو دی وائے مقدّر ۔ کہتی ہے کبھی ننھے سے ہاتھوں کو وہ مل کر
میرے لئے مجروح ہوا اُن کا برادر ۔ اب منہ نہیں دکھلائے گی بابا کو یہ دختر
پھر گھر میں نہ اس چاند سی تصویر کو دیکھا
کیوں بیبیو، تم نے مِری تقدیر کو دیکھا

۱۴۰
للّٰہ چچا کو کوئی میدان سے لائے ۔ میں کس سے کہوں کون ہے جو نہر پہ جائے
جاں آئے بدن میں، جو سکینہؑ انھیں پائے ۔ کس کام کا پانی ہے جو وہ پھر کے نہ آئے
کہہ دے کوئی دنیا سے سفر کر گئی وہ تو
اب پانی پہ کیوں لڑتے ہو تم، مر گئی وہ تو

۱۴۱
کیوں روتی ہو ممکن ہے کہ وہ گھر ہی میں آئیں ۔ کہتی تھی چچی لے کے سکینہؑ کی بلائیں
اب چاہیے اکبرؑ خبر آنے کی سنائیں ۔ صدقہ گئی مقبول ہیں بچوں کی دعائیں
دنیا میں خوشی تا بہ قیامت رہو بی بی
وہ بھی جئیں اور تم بھی سلامت رہو بی بی

۱۴۲
لو خاک پہ گھوڑے سے گرا شہ کا علمدار ۔ یہ ذکر تھا جو شور اٹھا فوج سے اک بار
مارا اُسے کیا، قتل ہوئے حیدرِ کرّارؑ ۔ اب پائیں گے شبیرؑ کہاں ایسا مددگار
کم ہوگیا زور آج امامِ ازلی کا
کٹتا ہے گلا حضرت عباسِؑ علیؑ کا

۱۴۳
فضّہ نے اِدھر دوڑ کے زینبؑ کو خبر کی ۔ اس شور کے ساتھ آئی صدا طبلِ ظفر کی
پر سوجھتی تھی راہ اِدھر کی، نہ اُدھر کی ۔ اُٹھّے شہِ دیں دیکھ کے صورت کو پسر کی
سیدانیاں کرنے لگیں فریاد خدا سے
ہلتا تھا کلس خیمے کا 'ہے ہے' کی صدا سے

میداں میں عجب حال سے پہنچے شہِ ذی جاہ ۱۴۴ اشک آنکھوں میں اور ہاتھ میں شمشیر یدُ اللہ
فاقہ تو کئی روز کا اور صدمۂ جانکاہ نہ پاؤں میں طاقت تھی نہ کچھ سوجھتی تھی راہ
خود صبر کے ہاتھوں سے کمر تھامے ہوئے ہیں
ہمشکلِ نبیؐ دستِ پدر تھامے ہوئے ہیں

اللہ، بہت دور گرے یاں سے علمدار ۱۴۵ دریا کی ترائی ہے کدھر اے مِرے غمخوار
گھبرا کے یہ کہتے تھے پسر سے شہِ ابرار غل کیسا ہے کیا لاش کو گھیرے ہیں ستمگار
تلوار علم کرنے دو، اب پاس کہاں کا
سر کاٹ نہ لے کوئی مِرے شیر جواں کا

اکبرؑ نے کہا روکے، یہی تو ہے ترائی ۱۴۶ شبیرؑ پکارے ''مِرے بھائی، مِرے بھائی''
عباسؑ نے آواز حزیں اپنی سنائی گھبراؤ نہ مولا ابھی زندہ ہے فدائی
بازو ہے جدا بہرِ سلام اُٹھ نہیں سکتا
تن چُور ہے ایسا کہ غلام اٹھ نہیں سکتا

شبیرؑ پکارے ترے قربان برادر ۱۴۷ طاقت مِری پیری کی، مِری جان برادر
ساونت برادر، مِرے ذیشان برادر دنیا میں کوئی دم کے ہو مہمان برادر
کیا ہوگیا طفلی کا وہ اقرار تمھارا
چھوڑا ہمیں بس دیکھ لیا پیار تمھارا

پانی کے لئے جس نے کمر بھائی کی توڑی ۱۴۸ پیاسوں کا دیا ساتھ رفاقت مِری چھوڑی
جنت کی طرف یاں سے لگام آپ نے موڑی اٹھنا ترا دنیا سے مصیبت نہیں تھوڑی
پہلو سے برادر کے نہ ہٹتے تو مزا تھا
گر دونوں گلے ساتھ ہی کٹتے تو مزا تھا

یہ کہتے تھے جو لاشہِ پُر خوں نظر آیا ۱۴۹ تلواروں سے ٹکڑے قدِ موزوں نظر آیا
شانوں سے رواں خون کا جَیحُوں نظر آیا رنگِ گُلِ رخسار دگر گوں نظر آیا
دم توڑتے تھے شیر سے لپٹے ہوئے رن میں
تیروں سے چھدی مشک کا تسمہ تھا دہن میں

شاہِ شہدا لاشِ علمدار سے لپٹے ۱۵۰ کس شوق سے، کس یاس سے، کس پیار سے لپٹے
غمخوار سے، عاشق سے، مددگار سے لپٹے زخمی سے، مسافر سے، وفادار سے لپٹے
یہ جوش تھا رقّت کا شہِ جنّ و بشر کو
جس طرح کہ روتا ہے کوئی باپ پسر کو

چلّاتے تھے اے بھائی کی پیری کے سہارے ۱۵۱ اے شیرِ جواں، یار وفادار ہمارے
اے باپ کے محبوب پسر، بھائی کے پیارے اب خلق سے جینے کے مزے اٹھ گئے سارے
تھا میری ضعیفی کا عصا ہاتھ تمھارا
آج اٹھ گئی راحت کہ چھُٹا ساتھ تمھارا

جس بھائی کا بھائی نہ ہو مُردہ ہے وہ بھائی ۱۵۲ معلوم ہوئی اب ہمیں بابا کی جدائی
تھی یادِ حسنؑ کی تری الفت نے بُھلائی گویا کہ ہوئی آج مِرے گھر کی صفائی
بس اب مِرے جینے کا سہارا نہیں کوئی
یوں کہنے کو سب ہیں پہ ہمارا نہیں کوئی

یہ سن کے علمدار کے آنسو ہوئے جاری ۱۵۳ شہ نے کہا روتے ہو غریبی پہ ہماری
سُوکھی تھی زباں، تن کی رگیں کھنچتی تھیں ساری بولا نہ گیا کچھ، پہ کراہے کئی باری
بوسے قدمِ شاہ پہ دینے لگے عباسؑ
صدمہ جو ہوا ہچکیاں لینے لگے عباسؑ

۱۵۴
کیا دم کے نکلنے کا بھی ہے صدمۂ جانکاہ — کانپے کبھی، کروَٹ کبھی لی اور کبھی کی آہ
جب آنکھ کھلی یاس سے دیکھا طرفِ شاہ — بولے دمِ آخر کہ نثارِ شہِ ذی جاہ
روتے رہے شاہِ شہدا مرگیا بھائی
آغوش میں بھائی کی سفر کر گیا بھائی

۱۵۵
خاموش **انیسؔ** اب کہ تڑپتا ہے دلِ زار — کافی ہے رلانے کو ترے درد کی گفتار
اس جنس کا گو آج نہیں کوئی خریدار — فیّاض ہے لیکن شہِ مظلوم کی سرکار
افسردہ نہ ہو، غنچۂ امیّد کھِلے گا
کھل جائیں گی آنکھیں، وہ ثمر تجھ کو ملے گا